امت مسلمہ کی زبوں حالی۔ قرآن کی نظر میں

چوھدری رحمت علی

ہماری خوش قسمتی ہے کہ نوع انسانی کی طرف اللہ تعالیٰ کا "آخری پیغام" قرآن مجید سابقہ آسمانی کتابوں کے برعکس آج بھی اپنی اصلی اور فطری حالت میں موجود ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کتاب کو نازل کرنے والے خالق ومالک کائنات نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے قرآن میں آیا ہے کہ "اس ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے محافظ ہیں" (حجر: ۹). اللہ تعالیٰ کے محفوظ کرنے کے طریقے بھی آفاقی ہیں، چنانچہ محفوظ کرنے کے لیے محض کاغذ، کیسٹ، کمپیوٹر وغیرہ پر ہی انحصار نہ کیا گیا، لاکھوں کروڑوں انسانوں کے سینوں اور ذہنوں میں پورا قرآن ضبط کر دیا گیا ہے. ایسے محکم نظام میں کسی کی کیا مجال کہ قرآن حکیم میں کسی ایک شوشے تک کی کمی بیشی کر سکے. جنوبی افریقہ میں کسی قاری سے سُنیں یا گرین لینڈ کی کسی لائبریری میں پڑھیں، اپنی باریکیوں کے ساتھ وہی کتاب عظیم جو آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھی۔ اسی حالت میں آج بھی لوگوں کے ہاتھوں میں محفوظ ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ گذشتہ ادوار میں نہ صرف انسان آہستہ آہستہ تعلیمات وحی سے ہٹتے رہے بلکہ ان تعلیمات وہدایات کو ہی من مرضی سے بدلتے رہے. چنانچہ اللہ تعالیٰ کو بار بار انبیاء ورسل بھیج کر تبدیل شدہ تعلیمات وحی کو پھر اصلیت کا روپ دینا پڑا۔ "آخری پیغمبر پاک" "محمد مصطفیٰ ؐ اور " آخری کتاب" آنے کے بعد انسانوں کا تعلیمات وحی سے انحراف کرنے کا عمل تو بدستور جاری ہے لیکن انسانیت کی خوش بختی یہ ہے کہ قرآن حکیم کی شکل میں تعلیمات وحی من وعن موجود ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت محفوظ ومامون رہیں گی۔

قرآن کریم اس ہستی کو جس پر قرآن کریم نازل ہوا "جہانوں کی رحمت" قرار دیتا ہے تو خود قرآن کو مومنوں کے لئے "شفا اور رحمت" کے طور پر متعارف کراتا ہے۔ بالفاظِ دیگر ہدایت وروشنی کے دونوں سرچشمے

انسان کی بھلائی و خیر خواہی اور اصلاح و فلاح کے لئے ہیں۔ آیئے دیکھئے، انسانیت بلکہ انسانیت سے بھی پہلے آج کے مسلمان ان سرچشمہ ہائے ہدایت سے کہاں تک بہرہ ور ہیں ؟

قرآن مجید پتہ دیتا ہے کہ قرآن و سنت پر مبنی نظام ، جسے وہ "خلافت" کی خاص اصطلاح سے یاد کرتا ہے رواں دواں ہو تو پہلا فائدہ جو رونما ہونا چاہیے وہ غلبۂ دین حق اور اسلام کا اقوام عالم کی قیادت پر متمکن ہونا ہے قرآن میں آیا ہے کہ .

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے"(سورہ توبہ : ۳۳)

ایک دوسری جگہ پر قرآن میں آیا ہے کہ

"اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گذرے لوگوں کو بنا چکا ہے ان کے لئے ان کے اس دین کو غالب کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور اس کی حالت خوف کو امن میں بدل دے گا....(سورہ نور : ۵۵)

ان آیات کی روشنی میں لازمی ہے کہ دنیا میں غلبہ دین حق ہو لیکن واقعات کی دنیا اس سے مختلف ہے۔ عصر حاضر کے منظر پر نظر دوڑائیں تو صورت حال بالکل برعکس ہے۔ وقت کے اس موڑ پر مسلمان دنیا میں غالب تو کیا، محض مغلوب بھی کیا، انتہائی درجے کی ذلت و خواری سے دوچار ہیں غلبہ ہے آج کی دنیا میں تو کفار و مشرکین کا اور یہ صورت اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جب مسلمان اللہ تعالیٰ کی نصرت سے محروم ہو جائیں۔

قرآن مجید کی رو سے ، دوسری برکت جو دین اسلام سے حاصل ہونی چاہیے وہ ہے امن و سلامتی . "امن" قرآن و سنت پر مبنی نظام کو اپنانے کا نہ صرف لازمی نتیجہ ہے بلکہ جیسے کہ مذکورہ آیت سے ظاہر ہے کہ قرآن نے امن کو اسلامی معاشرے کے لئے بطور بیرومیٹر استعمال کیا ہے یعنی ایسی علامت کہ جو موجود ہو تو معاشرہ اسلامی ہے ورنہ نہیں . یہ اس لئے کہ امن کسی خطہ زمین میں ہوتا ہی اس وقت ہے جب وہاں پر ایک طرف عدل و انصاف ہو تو دوسری طرف خوشحالی و فارغ البالی کا دور دورہ ہو . امیر و غریب ، رعایا و راعی ، سرمایہ و محنت ، میاں اور بیوی کے مابین متوازن اور خوشگوار تعلقات ہوں۔ برکت امن کا اس سے اندازہ لگائیں کہ شہر مکہ کی بہبود کے لئے حضرت ابراھیمؑ نے دعا کی تو امن کو سرفہرست رکھا۔ ایک موقع پر اسلامی معاشرے کی تعریف کرتے ہوئے نبی رحمتؐ نے

بھی فرمایا تو یہی کہ جب وہ معاشرہ ہوگا تو ایک عورت زیورات پہنے مملکت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا اسے کوئی دوسرا ڈر نہ ہوگا۔

قرآن وسنت پر مبنی نظام کے فوائد وفیوض میں سے ایک اور نمایاں فائدہ عدل وانصاف کا دور دورہ ہونا ہے. انبیاء ورسل کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا ایک بڑا مقصد قیام عدل ہی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں" (حدید : ۲۵)

ایک اور جگہ پر فرمایا گیا

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو، فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے. لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو. اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے" (نساء : ۱۳۵)

قرآن میں یہ بھی آیا :

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ. عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے" (مائدہ : ۸)

یہ انہی تعلیمات کی پیروی کا اظہار تھا کہ چشم فلک نے دور خلافت راشدہ میں خلیفہ وقت کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا دیکھا اور ایک خلیفہ کے بیٹے کی پیٹھ پر خود خلیفہ کی موجودگی میں کوڑے برسائے گئے. خود نبی کائنات کے پاس ایک عورت کی سزا کم کرنے کے لئے سفارش کی گئی تو آپؐ نے برملا فرمایا کہ اگر پیغمبرؐ کی بیٹی فاطمہ (س) بھی ہوتی تو سزا سے نہ بچ سکتی، قانون سے بالا کوئی نہیں۔

اگر آج کے مسلمان قرآن وسنت کو دستور زندگی بناتے ہوتے تو ایک اور فائدہ جو انہیں لازمی حاصل ہوتا، وہ ان کے ہاں خوشحالی کی ریل پیل ہونے کا ہے. بنی اسرائیل کی مثال دیتے ہوئے اسی اصول کا ذکر کیا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیا :

"کاش انہوں (بنی اسرائیل) نے تورات اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف

سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں توان کے لئے اوپر سے رزق برستااور نیچے سے بھی ابلتا''۔(مائدہ:۶۶)

اسلام کی برکات توان گنت ہیں اور مسلمانوں کاآج ان برکات سے محروم ہو کر ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا بھی اظہر من الشمس، سوال پیدا ہوتا ہے ایسا ہے کیوں؟ پانی اگر پیاس نہ بجھائے اور قلم اگر نہ لکھے توآپ کا کیا فیصلہ ہوگا؟ آج اسلام کی برکات اگر ہمیں حاصل نہیں ہو رہی ہیں تو دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے۔یا تو اسلام میں اہلیت اور سکت نہیں کہ وہ اپنے پیروکاروں کو غلبہ، امن، عدل، خوشحالی وغیرہ سے دوچار کر سکے، یا پھر جس دین کو آج ہم اپنائے ہوئے ہیں وہ مکمل اور خالص نہیں۔ دور خلافت راشدہ اور بعد کے ایک لمبے عرصے کے دور میں ثابت ہو چکا کہ اسلام میں تو مذکورہ برکات کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے لہذا دوسری بات درست ہوئی کہ آج جس دین کو اسلام سمجھ کر ہم اختیار کئے ہوئے ہیں، اصل اسلام نہیں، اس کی کوئی بدلی ہوئی، ناخالص اور نامکمل شکل ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ ادھورا اور من مرضی کا دین اختیار کر کے ہم غلط تصور دے رہے ہیں تو اس درجہ کہ ایک طرف دنیا والے ہماری حالت دیکھ کر اسلام کی طرف آنے سے گریزاں ہیں تو دوسری طرف ہماری اپنی نئی نسل برملا کہتی سنی گئی ہے کہ ایسے اسلام سے تو وہ کفر اچھا کہ جو اس وقت دنیا میں غالب بھی ہے، پر امن، پر اعتماد، پرکشش بھی ہے اور خوشحالی و فارغ البالی کا مظہر بھی ہے۔ یہ ہم خود اسلام کی راہ میں بھاری پتھر بن کر حائل ہو گئے ہیں۔

قرآن کی فریاد:

قرآن مجید کو اگر اللہ تعالیٰ بولنے کو کہتا توآج کے مسلمانوں سے یقیناً یوں گویا ہوتا ''مجھ سے آپ پوچھتے ہیں کہ تم مسلمان دنیا میں آج کیوں ذلیل وخوار ہو، کیا تم مجھے پڑھتے نہیں؟ لاریب، دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والی اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب میں ہوں۔ پھر تم میں حفاظ بھی ہیں، قراء بھی، دانشور بھی، حکماء فضلاء بھی۔ تم تو بعض اوقات ایک ہی رات میں مجھے تمام کا تمام پڑھ جاتے ہو۔ پھر وہ کونسی مسجد ہے جہاں قرآن نہیں پڑھا جاتا اور وہ کونسی تقریب ہے کہ جس کا آغاز تلاوت قرآن سے ہی نہیں ہوتا۔ قرآن خوانی کی محفلیں منعقد کرنا تو تمہارا عام وطیرہ ہے۔ کسی کی موت واقع ہو جائے تو تم درجنوں قرآن پڑھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ تھما دیتے ہو کہ وہ آگے اللہ تک پہنچائے۔ تم نے تو قبروں پر سوداگر بٹھا دیئے، جو پڑھتے ہیں تو کھاتے ہیں، قرآن خوانی کو ہی ذریعہ معاش بنالیا یہ شیخ القرآن اور مفسر القرآن آخر کس مرض کی دوا ہیں کہ جو تمہیں یہ نہیں بتاتے کہ تم دنیا میں آج ذلیل وخوار ہو تو کیوں اور ذلت وخواری تمہارا مقدر ہے تو کیوں؟

لو اگر مجھ ہی سے تم نے پوچھنا ہے تو الٹو میرے ورق۔ چند ہی ورق الٹنے پر تم اپنے سوال کا جواب پاؤ گے تو

اس طرح :

"تو کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو، اور بعض کا انکار کرتے ہو. پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں؟ اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں، جو تم کر رہے ہو" (بقرہ : ۸۵)

کیا جواب ملا آپ کو؟ تمہیں گلہ ہے کہ دنیا میں آج تم ذلیل و خوار ہو تو کیوں، کاش تمہیں شعور حاصل ہو جائے کہ ابھی تو آخرت میں شدید ترین عذاب تمہارے انتظار میں ہے. مجھ سے پوچھنے کی بجائے بہتر ہو تا تم ایک کمیٹی بٹھاؤ، جو فہرست بنائے کہ تم نے مجھ میں نازل کردہ اپنے رب کے کس کس حکم کی نافرمانی کر رکھی ہے؟ انکشاف ہو گا تو یہ کہ تمہاری نافرمانیوں کی فہرست فرمانبرداریوں کی لسٹ سے کہیں لمبی ہے. آخری صفحے تک تو شاید جانے کی ضرورت ہی نہ پڑے راستے میں ہی پتہ چل جائے گا کہ محض "بعض حصوں پر ایمان اور بعض کے انکار ہی کی کیا بات، تم نے تو سارے دین کو تلپٹ کر رکھا ہے. راستے کی بھی کیا بات، روایتاً اور محض ثواب کی خاطر پڑھنے کی بجائے اگر تم نے عمل کرنے اور نہ کرنے کے نقطہ نظر سے پڑھا تو تم پہلے ہی صفحے سے آگے نہ بڑھنے پاؤ گے. تم کو دن میں تارے نظر آجائیں گے جب تمہیں شعور حاصل ہو گا کہ عمل کی دنیا میں تم نے "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِين ہ اِهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيم ہ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمتَ عَلَيهِم غَيرِالمَغْضُوبِ عَلَيهِم وَلاَ الضَّالِّينَ ہ" کا کیا حشر کر رکھا ہے؟ تم نے ثواب کی خاطر ہی قرآن خوانی اپنا معمول بنا رکھا ہے، کبھی یہ بھی سوچا کہ پڑھ کر عمل نہ کرنے کا عذاب کتنا ہے؟ ایسے ہی محض قرآن پڑھنے والوں کے متعلق تو رونگٹے کھڑے کر دینے والی وہ حدیث ہے جس میں ہادی برحقؐ نے فرمایا

" ان اکثر منافقی امتی قراء ھا"

کہ میری امت کے منافقوں کی اکثریت ان افراد پر مشتمل ہے جو قرآن پڑھتے ہیں"۔

اگر اصرار ہے کہ میں، یعنی رب کائنات کا آخری صحیفہ .... قرآن ہی تمہیں بتاؤں کہ تم نے مجھ میں دیئے گئے اپنے رب کے کن کن احکامات پر عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے تو چلو حجت پوری کرنے کی خاطر صرف ایک سورت یعنی سورہ نساء میں بیان کئے گئے چند احکامات کا ذکر کرتا ہوں. پہلا حکم جسے بیان کرتا ہوں اس سورہ کی آیت نمبر ۵۹ میں آیا۔ فرمایا گیا۔

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر

ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسولؐ کی طرف پھیر دو. اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو. یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے"۔

اس آیت میں جو مرکزی حکم دیا گیا ہے تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسولؐ کی اطاعت لازمی ہے .اللہ کی کوئی اطاعت قابل قبول نہیں جو رسولؐ کی اطاعت کے راستہ سے نہ ہو. پھر فرمایا گیا کہ اللہ و رسولؐ کی اطاعت مابعد رسولؐ ممکن ہے تو اولی الامر کی اطاعت کے راستہ سے ان دو کڑی شرائط کے ساتھ کہ ایک تو اولی الامر تم میں سے یعنی مسلمانوں سے ہوں اور دوسرے وہ خود اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں ہوں. مزید حکم دیا گیا کہ اگر اولی الامر کے آپس میں یا اولی الامر اور امت کے درمیان کبھی نزاع پیدا ہو جائے تو فیصلہ لینے کے لئے فی الفور رجوع کرو اللہ و رسولؐ یعنی قرآن و سنت کی طرف۔

"اولی الامر" خاص اصطلاح ہے جو میرے رب نے امت مسلمہ میں سے ان عہدہ داروں کے لئے استعمال کی ہے کہ جو کسی نہ کسی طور صاحب امر اور امت کے اجتماعی معاملات چلانے پر متمکن ہوں. کلیدی اداروں کے سربراہان بھی اولی الامر میں شامل ہیں تو بالخصوص خلیفہ وقت، گورنر، وزراء، عدالتوں کے قاضی، افواج کے سربراہان وغیرہ بھی. ان میں سے ہر عہدے دار قرآنی معیار اہلیت یعنی ایمان اور اصلاح (نور : ۵۵) تقویٰ (حجرات : ۱۳)، علم اور جسم (بقرہ : ۲۴۷) پانچ اوصاف کا حامل ہوتے ہوئے تعینات کیا گیا ہو مرکزی حیثیت بہر حال ہوتی ہے خلیفۂ وقت کو جو ان پانچ اوصاف کا بدرجہ اتم حامل ہونے کی بنا پر منتخب کیا گیا ہو. خلیفہ بھی اسلام کی منفرد اصطلاح ہے۔ مخصوص امتیازات و خصائص کے حامل سربراہ مملکت کو ہی خلیفہ کہا جاتا ہے، ہر حکمران کو نہیں. اور بھی بہت سے امتیازات لیکن سب سے نمایاں امتیاز یہ کہ پوری اسلامی دنیا اس کی سربراہی میں ہو، دنیا بھر کا ایک مسلمان بھی اس کی سربراہی سے باہر نہ ہو. کیا یہی مطلب نہیں درج ذیل آیت کا؟

" وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا"

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو.

محض ثواب کی خاطر قرآن پڑھنے والو! کبھی غور کیا کہ کیا مطلب ہے " واعتصموا " " حبل الله "" جمیعا " اور " لا تفرقوا " کا سوچو تو " واعتصموا " کا مقصد تمہاری او، آئی، سی، جیسی کسی تنظیم سے تو کیا کنفڈریشن سے بھی حاصل نہیں ہوتا، ہوتا ہے تو صرف فیڈریشن سے یعنی پوری اسلامی دنیا کے ایک خلیفہ کی سرکردگی میں آنے سے. پھر حبل کا لفظ واحد استعمال ہوا ہے جمع کا یعنی "حبال" کا نہیں یعنی مضبوط پکڑنا ہے تو صرف

"ایک" کو، زیادہ کو نہیں۔ اس "ایک" کو آپ دین سمجھیں، قرآن سمجھیں یا قرآن و سنت پر مبنی نظام سمجھیں کوئی فرق نہیں پڑتا، عملی صورت جو معرض وجود میں آئے گی تو یہی کہ پوری مسلم دنیا ایک جھنڈے تلے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں الفاظ کا جوڑ ہی ایسا کیا ہے کہ "ایک" ہوئے بغیر چارۂ کار نہیں۔ لفظ "جمیعاً" نے رہی سہی کسر پوری کر دی کہ "سب مل کر" یعنی دنیا میں کوئی ایک مسلمان بھی نہ ہو جو وحدت کے اس نظام کی رسی میں بندھا نہ ہو۔ ایسا نہ ہونے کی وجہ سے مختلف متوازی نظاموں کا پیدا ہونا لازمی تھا لہذا ایجابی حکم کے ساتھ سلبی طور پر "لا تفرقوا" کہہ کر آخری کیل ٹھونک کر ایک سے دو یا دو سے زیادہ ہونے کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ قرآن سے اس سے بڑا ثبوت اور کونسا کہ بیک وقت دنیا میں نہ تو اولی الامر کے دو یا دو سے زیادہ متوازی نظم قائم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی دو خلفاء کا تمکن۔ شارع قرآن نے یہی اخذ کیا اور اس طرح کی کئی دوسری آیات (انفال: ۷۳، توبہ: ۳۶) سے جب فرمایا:

"جب دو خلیفہ سے بیعت کی جائے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو، اس کو مار ڈالو۔ (اس لئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)" (مسلم۔ کتاب الامارت)

مسئلے کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر ہادی برحق نے مزید تاکید کی، فرمایا:

"جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص کے اوپر جمے ہو، وہ چاہے تم میں پھوٹ ڈالنا اور جدائی کرنا تو اس کو قتل کر دو" (مسلم)

غور کیا تم نے کیا لکھ رکھا ہے میرے صفحات میں تمہارے رب نے کہاں ہیں آج تمہارے ہاں خلیفہ وقت اور شرعی اولی الامر؟ کہاں سے اخذ کر لیا تم نے کہ اسلام میں خلیفۃ المسلمین کے بغیر بھی اولی الامر کا کوئی تصور ہے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دور خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہی نہ تمہارے ہاں قرآنی معیار اہلیت کا خلیفہ رہا نہ ہی شرعی اولی الامر کا وجود، زیادہ سے زیادہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کے چند سال شامل کر لیں۔ نبئی رحمتؐ کا ارشاد مبارک تو یہ تھا کہ اگر تین مسلمان سفر کریں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنا لیں، پوری امت مسلمہ کو کیا کسی امیر کی ضرورت نہیں؟ صدیاں بیت گئیں تمہارے ہاں اللہ و رسولؐ کے ہاں تو تمہاری وہی اطاعت قابل قبول ہے جو اولی الامر کے راستہ سے ہو۔ بحالت موجودہ جب تمہاری اطاعت ہی اللہ و رسولؐ کے ہاں قبول نہیں تو کیا یہ جعلی اسلام نہیں جسے تم دین حق سمجھ کر اختیار کئے ہوئے ہو؟ پھر بھی گلہ ہے کہ تم دنیا میں ذلیل و خوار ہو تو کیوں؟ پڑھو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ کو دوبارہ کیا کہہ رکھا ہے تمہارے رب نے؟

لو، اور الٹو چند ورق، تمہارے رب کا حکم ہے، سورہ نساء ہی کی آیت نمبر ۶۵ میں تو یوں کہا گیا ہے:

"نہیں، اے محمدؐ! تمہارے رب کی قسم کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں. پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں"

کمپیوٹر کا استعمال کرو۔ جمع کرو کہ تمہاری عدالتوں میں اس مرحلے پر کتنے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہیں اور کتنے خلاف؟ قرآن اور سنت کے مطابق تو چند برائے نام، باقی سب وہی جو غیر مسلم ایوانوں میں پاس کئے گئے. کیسے تمہارے ہاں کے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوں جب کہ تم نے قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے ہاتھوں سے ایک کتابچہ لکھا اور اسے آئین مملکت قرار دے دیا. دنیا بھر کے باغی انسانوں اور ایوانوں کی خود تیار کردہ دستاویزات کو سامنے رکھا اور ادھر ادھر کی شقوں کو جوڑ کر خود ساختہ آئین مملکت بنا مارا. یہ تک توفیق نہ ہوئی کہ اصطلاحات ہی تبدیل کر لیتے. یہ پارلیمنٹ، پریزیڈنٹ، پرائم منسٹر، سیشن جج، کمشنر، آئی جی وغیرہ اصطلاحات کس شریعت سے ماخوذ ہیں؟ دور خلافت راشدہ میں کیا ایک قانون بھی قرآن و سنت کے خلاف تھا؟ ایسا ہونا ممکن ہی نہ تھا، اس لئے کہ قرآن و سنت اس وقت آئین مملکت تھا نہ کہ کوئی خود ساختہ کتابچہ۔ قرآن کے مقابلہ میں یہ خود ساختہ کتابچہ بنانے کی حماقت جو تم نے کر رکھی ہے، ایسی تو دور جہالت میں مشرکین نے بھی نہ کی. قرآن بار بار انہیں چیلنج دیتا رہا کہ لاؤ قرآن جیسی کوئی دستاویز یا یہ نہیں تو ایسی کوئی ایک سورت، تاریخ شاہد ہے ایسی جسارت کسی نے نہ کی۔

تمہاری پارلیمنٹ نے قانون سازی کا اختیار حاصل کیا تو کس قرآن سے؟ اللہ تعالیٰ تو یہ حق اپنے رسولؐ کو بھی نہیں دیتا. کیا مطلب ہے "ان الحکم الا للّٰہ" اور الا له الحکم" کا. پھر تم نے قانون سازی کی تو ایسے جیسے جان بوجھ کر قرآن کی مخالفت میں. قرآن مصر ہے کہ اولی الامر صرف مسلمانوں میں سے ہوں. لیکن تمہارا خود ساختہ کتابچہ غیر مسلموں کو گورنر، وزراء، چیف جسٹس وغیرہ بننے کی اجازت دے کر انہیں اولوالامر میں شامل کرتا ہے. قرآن گھر کی سربراہی تک عورت کے سپرد نہیں کرتا، تمہارا تیار کردہ دستورِ مملکت عورت کو سربراہ مملکت اور سربراہ حکومت بننے کی اجازت دیتا ہے. قرآن و سنت ایک ہی شخصیت کو سربراہ حکومت بھی قرار دیتے ہیں تو سربراہ مملکت بھی تمہارا خود ساختہ آئین علیحدہ علیحدہ شخصیتوں کو یہ منصب دیتا ہے تاکہ وہ آپس میں ہی لڑتے رہیں۔ یہ دو ایوانی پارلیمنٹ اور سودی معیشت کس شریعت سے ماخوذ ہے؟ غرضیکہ تمہارا تیار کردہ اور اختیار کردہ آئین تو نوے پچانوے فیصد تک قرآن و سنت کی مخالفت میں ہے. کہاں سے صدا آئے "لا الہ الا اللہ"؟

یہی نہیں تمہاری بغاوت کی انتہا، تمہارے ہاں قرآن و سنت کا کوئی ضابطہ قانونی حیثیت اختیار نہیں کر سکتا جب تک کہ تمہاری پارلیمنٹ اسے پاس نہ کرے. حیف صد حیف، تم نے اللہ و رسولؐ کے احکامات کو اپنی منظوری

کا محتاج بنا رکھا ہے، طاغوت اور کسے کہتے ہیں ؟ کیا تمہاری پارلیمنٹ تمہارے ہاں کا سب سے بڑا طاغوت نہیں ؟ تمہیں تو اللہ کے اقرار سے بھی پہلے طاغوت کا انکار کرنا تھا، تم خود ہی طاغوت بن بیٹھے۔ تمہارا مومن ہونا مشروط تھا اس شرط کے ساتھ کہ تمہارے مابین کے فیصلے قرآن وسنت کے مطابق ہوں لیکن تم نے طاغوت بننے کو مومن ہونے پر ترجیح دی. کس قدر فرار تمہارا اللہ ورسول کی اطاعت سے ؟ قرآن کے چند حصوں پر عمل کر کے اور بیشتر کی نافرمانی کر کے تم کو گلہ ہے کہ تم دنیا میں ذلیل وخوار کیوں ہو ؟ صرف اس دنیا کی ذلت وخواری ہی کا کیا ابھی تو آخرت میں شدید ترین عذاب تمہارے انتظار میں ہے۔ لو چند اوراق اور الٹو، تمہارے رب کے احکامات ملیں گے تم کو تو یوں :

"اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے ان لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں. پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا، اسے ضرور ہم اجر عظیم عطا کریں گے. آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی ومددگار پیدا کر دے"

(نساء : ۷۴-۷۵)

بتاؤ تو دنیا بھر کے مسلمانو کب پہنچے تم فلسطینیوں اور کشمیریوں کی مدد کو ؟ تم نے کیا مسئلہ فلسطین کو فلسطینیوں کا اور مسئلہ کشمیر کو صرف کشمیریوں کا مسئلہ نہیں سمجھ رکھا؟ آج کے مسلمانو، تم لڑائی کے لئے نکلو گے تو کیسے، تم نے تو وہ تمام ادارے ہی معدوم ومفلوج کر رکھے ہیں کہ جو دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہیں. ظاہر ہے باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے پہلے عسکری قوت کی ضرورت ہے۔ عسکری قوت کے لئے عسکری ہتھیاروں کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے. بنابریں تمہارے رب نے تمہیں اس بارے میں حکم دے رکھا ہے تو یہ :

"اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور بندھے رہنے والے گھوڑے (ہتھیار) ان کے مقابلہ کے لئے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ سے اللہ اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو خوف زدہ کئے رکھو، جنہیں تم نہیں جانتے لیکن اللہ جانتا ہے" (انفال : ٦٠)

ایک طرف تمہارے رب کا حکم کہ اسقدر عسکری آلات تیار کرو کہ دشمن اپنے گھر میں سہما رہے اور دوسری طرف یہ وطیرہ کہ عسکری آلات کے لئے تمہارا دارومدار ہے تو دشمن کے کارخانوں پر. کفار ومشرکین کی سب سے بڑی صنعت عسکری آلات پیدا کرنا ہی تو ہے. خریدتا کون ہے ؟ سب سے بڑی خریدار امت مسلمہ تم ہو۔

۱۹۶۷ء میں تم اسرائیل کا تر نوالہ بنے اور چند گھنٹوں میں اس نے تمہاری اینٹ بجادی تو اس لئے کہ اسے معلوم تھا کہ تمہارے کچھاروں میں کباڑ یئے کا مال ہے اور وہ بھی اسی کا دیا ہوا۔

"اتحاد میں بڑی طاقت ہے" یعنی طاقت کے لئے عسکری قوت سے بھی بڑھ کر کوئی چیز کارگر ہے تو اتحاد۔ اتحاد کا سب سے مؤثر ادارہ ہے تو خلافت یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نظام زندگی مسلمانوں کو دے رکھا ہے وہ اگر موجود ہو تو اعلیٰ ترین اتحاد خود بخود میسر۔ پوری مسلم دنیا کے ذرائع وسائل آج ایک ہاتھ میں مجتمع کریں، دیکھیں پھر اس طاقت کے مقابل کون آتا ہے لیکن، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، مدت ہوئی تم نے اس ادارے کو چکنا چور کر رکھا ہے تو اس قدر کہ ۵۵ ٹکڑوں میں منقسم کئے ہوئے ہو، کہاں سے ٹپکے اتحاد؟

طاقت کا ایک اور مظہر ادارہ ہے تو "امت مسلمہ"۔ کہاں ہے امت مسلمہ، خلافت کی بساط لپٹی تو امت، اقوام کا روپ دھار گئی۔ شامی قوم، مصری قوم، ایرانی قوم، عراقی قوم غرضیکہ ان گنت قومیں جو خود بھی آپس میں لڑتی ہیں اور اغیار کو بھی موقع مل گیا کہ تمہیں لڑائیں۔ کفار و مشرکین کیسے تم میں سے ایک ایک کو تگنی کا ناچ نچا رہے ہیں: زیر لب ہی کیا اب تو بر ملا تمہارا تمسخر اڑاتے ہیں کہ خوب قابو کیا ان مسلموں کو۔ دنیا میں مسلمان سرزمینوں پر جنگ بر پا کر رکھی ہے تا کہ تمہارا وہ عنصر جو جہادی جذبہ رکھتا ہے کی نکاسی مسلسل ہوتی رہے اور کل کو اسے کفار و مشرکین کے مقابلہ میں آنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ ان گنت تنظیموں میں جہاد کرنا تم نے کس شریعت سے اخذ کیا، شرعی جہاد تو صرف خلیفۂ وقت کے ایماء و حکم پر ہو سکتا ہے۔ یہی فرمایا نبی کائنات نے:

"امام ڈھال ہے جس کے پیچھے لڑتے ہیں مسلمان اور بچتے ہیں مصائب و مشکلات سے" (مسلم)

شومئی قسمت، اللہ و رسولؐ کے احکام کی نافرمانی اور اس قدر؟ یہ تو میری ایک سورت کے چند احکام کا ذکر کیا گیا، تم نے تو پورے قرآن کو سرے سے مہجور و متروک کر رکھا ہے۔ من پسند حکم ہو تو مانتے ہو جو دل کو نہ لگے بس سمجھتے ہو قرآن میں ہے ہی نہیں۔ پورے دین کو تم نے نماز روزے تک محدود کر دیا۔ کیا رسولؐ صرف نمازیں ادا کر کے اور روزے رکھ کر ہی اس دنیا سے چلے گئے تھے؟ جزیرہ عرب کے سماجی، سیاسی، اخلاقی اور معاشی نظام کو بدل کر رکھ دیا تو کس نے؟ کیسی اطاعت کرتے ہو تم اللہ و رسولؐ کی اور کیسا ادھورا اور خود بگڑا دین ہے تمہارا؟ ذلیل و خوار ہو تم دنیا میں تو اپنی کرتوتوں کی وجہ سے اور شدید ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا تمہیں آخرت میں تو اس کی بناپر جو آگے بھیجا تم نے۔"

ہم نے اس تحریر کا آغاز کیا تھا ان الفاظ سے کہ "ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ نوع انسانی کی طرف اللہ تعالیٰ

کا پیغام آخر میں.... قرآن مجید، سابقہ آسمانی کتابوں کے برعکس، آج اپنی اصلی اور فطری حالت میں موجود ہے" ہم اس تحریر کا اختتام کرتے ہیں تو اس طرح کہ "ہماری یہ بد قسمتی ہے کہ اس دنیا میں اپنی امت کی شکایت نہ کرنے والے رسولؐ بارگاہ ایزدی میں متعلقہ افراد کے متعلق شکایت کریں گے تو اس طرح کہ "اے اللہ میری قوم نے اس قرآن کو مہجور کیئے رکھا" (فرقان : ۳۰)

حالات کی اس قدر سنگینی کہ غالب ہم پر کفار و مشرکین، اللہ کی نصرت سے ہم محروم، مومن ہم نہیں اور دین حق کو ہم نے چھوڑ رکھا ہے لیکن "واعظ رنگیں بیاں" کے پاس اتنے وظائف کہ یہ وظیفہ پڑھو تو جنت میں اتنے محل، یہ پڑھو تو اتنی جنتیں، ہر طرف سبحان اللہ، سبحان اللہ کی صدائیں، کس احمقوں کی جنت میں رہ رہے ہیں ہم. ایک سابقہ مغضوب قوم کا بھی تو یہی کہنا تھا کہ "ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں" اور "نہیں کوئی جنت میں داخل ہو گا سوائے یہود نصاریٰ کے". قرآن نے کہا "اگر تم سچے ہو تو دلیل سے بات کرو"۔

☆☆☆

ہوشیار وزیر

ایک دن ابو العیناء مامون کے وزیر احمد بن ابی داؤد کے پاس شکایت لے کر گیا کہ اس کے دشمنوں نے اس کو اذیت دینے کے لئے ایکا کر لیا ہے۔ احمد نے جواب دیا۔ یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ . (سوره فتح آیه ۱۰) خدا کے تصرف کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ ابو العیناء نے کہا کہ ان کے مکر اور حیلے بہت عظیم ہیں۔ احمد نے جواب دیا۔ وَلاَ یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلاَّ بِاَهْلِهٖ (سوره فاطر آیه ۴۳) برے لوگوں کا مکر پلٹتا نہیں ہے مگر خود ان پر۔ ابو العینا نے کہا: وہ بہت سے ہیں اور میں تنہا اور بے کس ہوں احمد نے کہا: کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورہ بقرہ ۲۴۹) کتنے ہی گروہ ایسے ہیں جو اگرچہ تعداد میں کم ہیں لیکن وہ بڑے بڑے گروہوں پر غالب آگئے ہیں۔